شعروشاعری سے متعلق قرآن وسُنّت کاموقف

ڈاکٹرتوقیرعالم فلاحی، لیکچرر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

جزیرہ نمائے عرب میں جب اسلام کی شمع فروزاں ہوئی تو کفار و مشرکین مدہش و حیران رہ گئے اور ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگا۔ آخر ایسا کیوں نہ ہو تا جبکہ ظہور اسلام کی تاباں کرنوں سے ان کے موروثی دین کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا، ان کی کرسی واقتدار پر مسلسل ضربیں پڑ رہی تھیں اور صدیوں سے تعمیر کیا ہوا قصر عظمت پیوند خاک ہو رہا تھا۔ لیکن سرفروشان حق کو خدا کی عظمت و بزرگی، رسول اکرم ﷺ کی قدم بوسی اور اپنی حیثیت کا احساس و ادراک منزل مقصود کی طرف کشاں کشاں لئے جا رہا تھا۔ قرآنی تعلیمات دلوں کو جھنجھوڑ کر روحانی قوت کو بیدار کر رہی تھیں، شروفساد کا قلع قمع کر کے خیر و فلاح کے بیج بوتی جا رہی تھیں اور ہر شعبہ زندگی میں بنی نوع انسان کی ظاہری اور باطنی تبدیلی واصلاح کے لئے مہمیز کا کام کر رہی تھیں۔

فکر و نظر میں انقلاب برپا کرنے کے سلسلے میں قرآن پاک نے یہ تعلیم دی کہ دنیا میں دیگر جتنے مذاہب و نظریات پائے جا رہے ہیں وہ تمام مذہب اسلام کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں جبکہ اسلام ہی اللہ کا محبوب و پسندیدہ طریقہ زندگی ہے {۱}۔ جو لوگ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کو قبول کرتے ہیں ان کا مذہب یا طریقہ زندگی خدا کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے ہمکنار نہیں ہو گا {۲}۔ اس نے اپنے ہی جیسے انسانوں کی تقدیس، معبودانِ باطل کی پرستش اور بعض دوسری مخلوقات کے خدائے بزرگ و برتر کی خدائی میں شرکت کے زعمِ باطل پر تیشہ چلا کر یہ دوٹوک انداز میں یہ واضح کر دیا کہ پوری کائنات کا مالک صرف ایک ذات ہے، وہی قادر مطلق ہے اور صرف اسی کی ذات پرستش کے قابل ہے۔ قرآن پاک نے ہی انسانیت کو یہ فکر ذہن نشین کرایا کہ اس عارضی زندگی کے بعد ایک مستقل اور ابدی زندگی بھی آنے والی ہے جہاں نیکوکاروں کو ان کے اعمال حسنہ کی جزا ملے گی، نیز بدکاروں اور شرپسندوں کو ان کی کرتوتوں کا بدلہ۔ پھر برتری و کمتری اور احسن وارذل

کے باب میں قرآن نے واضح کر دیا کہ خدا کی نگاہ میں تم میں سے افضل و اکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ خوف خدا رکھتا ہے [۳]۔

اخلاق و عادات کے ضمن میں قرآن کریم نے جو مبنی بر حکمت اور دلوں کو اپیل کرنے والی تعلیمات دی ہیں بلاشک و ریب اگر انہیں عملی جامہ پہنا دیا جائے تو ایک پر رونق' معزز اور انقلابی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ وحدت الٰہی' حیا و پاکدامنی' غضِ بصر' عفو و درگزر اور عہد و امانت کے باب میں قرآن نے قیمتی اسباق دے کر بنی نوع انسان کو سیئات و منکرات کا باغی و معاند اور خیرات و حسنات کا حامی و محافظ بنا دیا۔ اس طرح اخلاق فاضلہ کو نشو و نما ملی اور اس وقت کا پورا معاشرہ جنت نشان بن گیا۔

آفتاب اسلام کے طلوع ہونے سے قبل حق و باطل' خیر و شر' جائز و ناجائز اور مستحسن و قبیح کے سلسلے میں مجموعی طور پر پوری انسانی برادری کا زاویہ فکر بدلا ہوا تھا۔ عرب کے معاشرے میں بالخصوص کفر و شرک اور الحاد و بے دینی کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ قبائلی اور گروہی تعصب نیز باہمی عداوت و رقابت کی بھٹیاں سلگ رہی تھیں۔ قبیلہ کے فخر و حماسہ میں جو جتنا زیادہ مبالغہ آرائی کرتا وہی قبیلے کا ہیرو سمجھا جاتا تھا اور آباء و اجداد کے شرف و عظمت کی تعریف و توصیف کو فرض منصبی قرار دیا جاتا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تمام محرکات و عوامل موجود تھے جن سے مطلق شعرگوئی کے فن کو عروج و اقبال کی منزل تک پہنچایا جا سکتا تھا۔ اور ہوا بھی یہی کہ شعر کو ہی تمام احوال و وقائع کی ترجمانی کا ذریعہ بنایا گیا۔ سیاسی معاملات ہوں یا معاشی معاملات' معاشرتی معاملات ہوں یا اخلاقی معاملات' رزم سے متعلق امور ہوں یا بزم سے متعلق معاملات' گویا کہ ہر شعبہ زندگی میں شاعری ہی عربوں کی زبان تھی۔ ابن سلام کہتے ہیں کہ اشعار زمانہ جاہلیت میں عربوں کے علم و حکمت کا دیوان کہے جاتے تھے [۴]۔

ابن قتیبہ عربوں کے نزدیک شعر کی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدائے برتر نے قرآن کریم کو جو مقام و مرتبہ عنایت فرمایا ہے' عرب بعینہٖ وہی اہمیت شعر کو اہمیت دیتے تھے [۵]۔

ابن خلدون کی اس رائے میں موزونیت ہے کہ شعر عربوں کے نزدیک دوسرے

تمام کلاموں سے افضل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسے علوم و اخبار کا دیوان بنالیا تھا اور علم و حکمت کی بہت ساری چیزوں کو جاننے کے لئے وہ اس کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور اس میں پیش قدمی و مسابقت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے {۶}۔

تاریخ عرب میں اعشیٰ کے اس مدحیہ قصیدے کو عربی شاعری کا سرمایہ افتخار سمجھا جاتا ہے جس کے ذریعے محلق نامی شخص کی بچیوں کی شادی کا مسئلہ بہت آسانی سے حل ہو گیا {۷}۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ اس کی سحر انگیز قوت اور عظمت و حشمت کی دلیل ہے، جس سے انکار و انحراف ایک تاریخی حقیقت سے اغماض اور چشم پوشی کے مترادف ہے۔ چنانچہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ شعراء خاندان اور قبیلے کی زبان ہوتے تھے۔ شکست و ہزیمت، مصائب و مشکلات اور خطرات و حوادث میں انہیں ملجاو ماوی سمجھا جاتا تھا۔

چونکہ قرآن جاہلیت کی شب تاریک میں روشن قندیل بن کر نازل ہوا اور صاحب قرآن ﷺ بنی نوع انسان کے لئے بلند ترین اور انتہائی معیاری نصب العین لے کر اس مسموم و مکدر ماحول میں تشریف لائے اس لئے دوسرے شعبہ ہائے زندگی کے ساتھ ساتھ قرآن اور صاحب قرآن نے شعر و شاعری کی اس وسیع جولان گاہ کو بھی نظرانداز نہیں کیا اور ہمہ گیر انقلاب کے پیامی کی حیثیت سے اس شعبہ زندگی کی طرف بھی التفات و توجہ کو امر ناگزیر قرار دیا۔ یہی نہیں بلکہ عملی پیش قدمی کر کے فن و ادب کو نئی جہتوں اور قابل ذکر وسعتوں سے ہمکنار کرایا اور دوسری طرف زاویہ فکر و نظر کو تبدیل کر کے شعراء کرام کو ایک خاص جہت سے اس میدان کا سرگرم اور فعال کارکن بنادیا۔ بہرحال شعر و شاعری کی طرف توجہ دینا اور اسے فکر و فن کی مختلف جہتوں سے روشناس کرانا وقت کا اہم ترین تقاضا تھا جس سے بے اعتنائی برت کر ہمہ گیر انقلاب کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا تھا۔

نزول قرآن کے بعد جب مشرکین مکہ کی قوت فصاحت و بلاغت عاجز و درماندہ ہو گئی اور وہ دینی اور ثقافتی رسوم و روایات کو مخدوش و پر خطر محسوس کرنے لگے تو اضطراب و بے چینی کے عالم میں انہوں نے قرآن اور صاحب قرآن ﷺ پر افترا پردازیوں کی بوچھاڑ کو وظیفۂ حیات بنالیا۔ صاحبِ نبوت ﷺ کو اعلیٰ درجے کا شاعر اور وحی الٰہی کو

قصۂ پارینہ اور شاعری سے موسوم کر کے بعثت رسول کی تکذیب کو اپنی دلچسپیوں اور مصروفیتوں کا موضوع قرار دے لیا۔ قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ سے متعلق مشرکینِ مکہ کے اضطراب و بوکھلاہٹ کی کیفیت قابل ملاحظہ ہے :

﴿بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ﴾

(الانبیاء : ۵)

"وہ کہتے ہیں : بلکہ یہ پراگندہ خواب ہیں' بلکہ یہ اس کی من گھڑت ہے' بلکہ یہ شخص شاعر ہے۔"

کفار و مشرکین کے اس اضمحلال و سراسیمگی کی کیفیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن کے نازل کرنے والے نے قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کی عظمت ان الفاظ میں بتائی :

﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾ (یٰسین : ۶۹)

"ہم نے اس (نبیؐ) کو شعر نہیں سکھایا ہے اور نہ شاعری اس کو زیب ہی دیتی ہے۔ یہ تو ایک نصیحت ہے اور صاف صاف پڑھی جانے والی کتاب۔"

علامہ ابن کثیر اس آیتِ کریمہ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر ناطق ہے کہ شاعری نہ تو اس کی سرشت میں تھی' نہ اس کی فطرت اس کی مقتضی تھی اور نہ ہی ہم نے اسے شعر و شاعری کی تعلیم و تربیت دی۔ موصوف اسماعیل بن مجالد کے حوالے سے ابو زرعہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ سوائے رسول اکرم ﷺ کے عبد المطّلب کے پورے گھرانے کو شاعری کا ذوق تھا{۸}۔

ایک دوسری جگہ قرآن کریم سے متعلق کذب و بطلان پر مبنی مشرکین کے انتساب پر گرفت کی گئی :

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ (الحاقہ : ۴۰-۴۱)

"یہ ایک رسول کریم کا قول ہے' کسی شاعر کا قول نہیں ہے' تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔"

آپ ﷺ رحمۃً للعالمین' مبشّر اور منذر کی حیثیت سے نبوت کے جس منصبِ جلیل پر فائز تھے اس کا تقاضا تھا کہ دنیائے انسانیت کو صالح نظام زندگی سے متعارف کرایا جائے' کراہتی اور سسکتی ہوئی انسانیت کے سامنے نسخہ شفا پیش کیا جائے اور دونوں جہاں کی فلاح و کامیابی کے زریں اصول سے انہیں روشناس کرایا جائے۔ اس عظیم اور مقدس ترین مشن کا تعلق شعرو شاعری سے نہیں تھا' جہاں جذباتیت اور تخیل کلیدی حیثیت کے حامل سمجھے جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے لئے شاعری کو خلافِ شان اور منصبِ نبوت کے متضاد قرار دینے کی خدائی مصلحت بالکل عیاں ہو جاتی ہے جب شعراءِ جاہلیت سے متعلق یہ آیات کریمہ زیر مطالعہ ہوں :

﴿ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ ○ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِی كُلِّ وَادٍ يَّهِيمُونَ ○ وَاَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ○ ﴾

(الشعراء : ۲۲۴-۲۲۶)

"اور شعراء کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں۔"

ان فرموداتِ الٰہی میں شعراء کے لئے تین کسوٹیاں پیش کی گئی ہیں' جن کی روشنی میں شعراء کرام اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شاعری کا انتساب کرنے والوں کو ان آیاتِ بیّنات میں مُسکِت جواب دیا گیا ہے۔

پہلی کسوٹی یہ فراہم کی گئی کہ شعراء چونکہ جذباتیت کی طوفانی لہروں میں غوطہ زن ہوتے ہیں' حقائق و معارف سے بڑھ کر تخیلات و توہمات کی مختلف وادیوں میں سرگرداں ہوتے ہیں۔ کلام میں زور استدلال' طلاقتِ لسانی' مبالغہ آرائی اور دوسری فنی خوبیوں کی بنیاد پر یقیناً مجمع کو اپنا ہمنوا بنالینے کی صلاحیت ان میں ہوتی ہے لیکن وہی لوگ ان کی رفاقت و ہمنوائی اختیار کرتے اور تقلید و اتباع کا ثبوت دیتے ہیں جن کی فطرت میں کجی ہوتی ہے' جو حق و صداقت کے منکر و باغی ہوتے ہیں اور جو شاہراہ عدل و قسط سے دور ہو کر ضلالت و گمراہی اور طغیان و سرکشی کو شیوہ و شعار بنا لیتے ہیں {۹}۔ اس کے برعکس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقدس مشن کی راہ میں سرگرم عمل ہیں۔ ایثار و خلوص' سنجیدگی اور

شائستگی اور صبرو استقلال کے دیو بن کر انسانیت کو صراط مستقیم دکھانے میں کوشاں ہیں اور وہی لوگ ان کے حلقہ بگوش ہو رہے ہیں جو فطرت صالحہ سے آراستہ ہوتے ہوئے جویائے حق ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔

دوسری کسوٹی یہ ہے کہ شعراء بالعموم کسی مخصوص مشن کے پیامی نہیں ہوتے اس لئے ان کی شاعری کسی مخصوص فکر کی غماز نہیں ہوتی۔ صحیح و غلط، مستحسن و قبیح اور حق و ناحق جیسے بہتیرے متضاد اوصاف سے ان کی شاعری مملوء ہوتی ہے۔ کسی مستقل نہج پر گامزن نہ ہوتے ہوئے افکار و خیالات اور توہمات و خرافات کی مختلف وادیوں میں سرگرداں ہوتے ہیں۔ وہ بھٹک رہے ہوتے ہیں اور اس طرح ان کی کوئی شناخت باقی نہیں رہتی۔ اس کے بالمقابل نبی اکرم ﷺ کی ساری سرگرمیاں بندگان خدا کو رشد و ہدایت کی شاہراہ دکھانے کی غرض و غایت کے محور پر گردش کرتی نظر آتی ہیں، آپ ﷺ تمام شعبہ ہائے زندگی میں خوشنودی رب کے نقیب و نمائندہ نظر آتے ہیں اور ہر سعی و عمل میں صبغۃ اللہ کا ایک ہی رنگ غالب ہوتا ہے۔

شعراء سے متعلق مذکورہ فرمودات الٰہی کے آخری ٹکڑے میں تیسری کسوٹی یہ دی گئی کہ شعراء گفتار کے غازی تو ہوتے ہیں لیکن کردار و عمل کی دنیا میں بالکل کھوکھلے نظر آتے ہیں۔ مختلف محفلوں کی زینت بنتے ہوئے اپنی طباعی اور زور بیانی کا لوہا تو منوا لیتے ہیں لیکن چونکہ وہ اخلاق و للہیت کے جذبے سے سرشار ہونے کی بجائے خود ستائی اور داد و دہش کے طلب گار ہوتے ہیں اس لئے انہیں اس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ سامعین یا مخاطبین کو نذر کئے جانے والے وعظ و نصیحت اور تلقین و ارشاد پر وہ خود عامل ہیں یا نہیں۔ اس کے برعکس نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کو وہی تعلیم دیتے ہیں جو ان کی عملی زندگی میں رچ بس گئی ہوتی ہے۔ اہل ایمان ساتھیوں کو خود نبی کریم ﷺ کی زبانی یہ تنذیر کرائی جاتی ہے :

﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ ﴾

(الصف : ۲۔۳)

"اے ایمان لانے والو! وہ باتیں کیوں کہتے ہو جنہیں کرتے نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ انتہائی ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ باتیں کہو جنہیں کرتے نہیں ہو۔"

قول و عمل میں تضاد دراصل منافقت کا کھلا ثبوت ہے جس کے نتیجے میں ایک انسان کو انتہائی پرلے درجے کے جہنم سے سابقہ پڑے گا' جیسا کہ اللہ ربّ العزت کی کتاب گویا ہے :

﴿اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ...﴾

(النساء : ۱۴۵)

"بلاشبہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے۔"

اور خود اللہ کے رسول ﷺ نے قول و عمل کے تضاد کی ہلاکت انگیزیوں سے بایں الفاظ متنبہ فرمایا :

((يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِى النَّارِ' فَتَنْدَلِقُ بِهٖ اَقْتَابُهٗ فَيَدُوْرُ بِهَا فِى النَّارِ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ' فَيُطِيْفُ بِهٖ اَهْلُ النَّارِ فَيَقُوْلُوْنَ : يَا فُلَانُ مَالَكَ مَا اَصَابَكَ؟ اَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ؟ فَقَالَ : كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيْهِ)) [۱۰]

"قیامت کے روز ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پس اس کی آنتیں نکل پڑیں گی' پھر وہ ان آنتوں کو لے کر ایسا گھومے گا جیسا کہ گدھا چکی کو لے کر گھومتا ہے۔ پھر جہنم والے اس سے پوچھیں گے کہ اے فلاں اس سے تجھے کیوں سابقہ پڑا؟ کیا تم لوگوں کو معروف کا حکم نہیں دیتے تھے اور منکر سے نہیں روکتے تھے؟ پس وہ کہے گا کہ ہاں میں تم لوگوں کو کار خیر کا حکم دیتا تھا مگر خود عمل پیرا نہ ہوتا تھا اور تم لوگوں کو برائیوں سے روکتا تھا اور خود ان کا ارتکاب کرتا تھا۔"

شاعروں کے انعام و اکرام اور داد و دہش کی طمع کے برعکس ہادی اعظم ﷺ چونکہ اخلاص و للّٰہیت کے پیکر تھے یہی وجہ ہے کہ انسانیت کے ہدایت یاب ہونے کی فکر میں آپ اپنا چین و سکون کھو بیٹھے تھے۔ اس لئے دعوت و تبلیغ کی راہ میں خدا کے بندوں سے کسی

قسم کی اجرت طلبی کا خیال تک آپ کے دل میں نہ آتا تھا اور آپؐ برملا فرماتے تھے :

﴿ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ... ﴾ (سبا : ۴۷)

"کہہ دیجئے (اے نبیؐ) میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے تو وہ تم ہی کو مبارک رہے۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے۔"

قرآن حکیم کے ان تین معیارات کی روشنی میں یہ صداقت آشکار ہو جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شاعری کا انتساب مشرکین مکہ کے دیانت دارانہ فیصلے کا غماز نہیں تھا، بلکہ وحی اور حامل وحی کو نیچا دکھانے کی اس سازش کا مظہر تھا جو انکار وحی اور رسالت پر منتج ہوتی تھی۔

شعر و شاعری سے بُعد و تنفّر کے باب میں احادیث نبوی بھی سند فراہم کرتی ہے۔ مسند احمد میں حضرت سعدؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے فرمایا :

((لأن يمتلی جوف احدكم قيحًا يريه خيرٌ من أن يمتلی شعرًا)) {۱۱}

"اگر تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے بھرے۔"

ہجو یہ شاعر سے گریز کے باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیان بھی ملاحظہ فرمائیں :

((مَن قال فی الاسلامِ هجاءً مقذعًا فلسانه هدر))

"جس کسی نے بھی اسلام میں فحش ہجو گوئی کی پس اس کی زبان ناکارہ اور رائیگاں جانے کے لائق ہے۔"

قرآن و حدیث کے مذکورہ بالا نصوص کے آئینے میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شعر گوئی ایک شنیع و دنی فعل ہے۔ لیکن شاعری کے قرآنی موقف کی بابت یہ تاثر یک طرفہ اور متعصبانہ ہو گا، کیونکہ شعر و شاعری کے باب میں کچھ دوسرے نصوص بھی ہیں جو مذکورہ بالا نصوص کے بالمقابل ہیں۔ بلاشبہ سورہ شعراء میں شعرائے کفار کی تذلیل و تحقیر

کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ وہ شعراء جو ایمان و یقین کی لذت و شیرینی سے کوسوں دور ہیں' جن کے قول و عمل میں تضاد ہے اور جو ظن و تخمین کی ہر ہر وادی میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں وہ خدا کے نزدیک بڑے ذلیل لوگ ہیں۔ ان کا کلام انتہائی مذموم اور ان کا کردار انتہائی ملعون ہے۔ لیکن ان آیات کریمہ کے بعد ہی وہ ارشاد ربانی بھی قابل ملاحظہ ہے جو بلاشبہ شعرائے صالحین کو شعرائے کفار کے زمرے سے مستثنیٰ رکھنے کی سند فراہم کرتا ہے۔ سورۃ الشعراء کی آخری آیت کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرمائیں :

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا﴾ (الشعراء : ۲۲۷)

"بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو (صرف) بدلہ لے لیا۔"

خدمتِ دین سے متعلق یہ قضیہ بالکل عیاں ہونا چاہئے کہ زبان و قلم دونوں ہی اس میں قابل ذکر طریقے سے رول ادا کرتے ہیں اور منثور و منظوم دونوں قسم کے سرمائے خدمتِ دین کے مبارک کام میں استعمال ہوتے ہیں۔ قرآن پاک میں جہاد فی سبیل اللہ کی جو تعلیم دی گئی ہے اس میں قول و عمل اور زبان و قلم سے تبلیغ کو ابتدائی مرحلے کی حیثیت حاصل ہے۔ سورۃ الشعراء کی مؤخّر الذکر آیت اس ضمن میں بیّن ثبوت ہے کہ ایمان و ایقان کی نعمت سے بہرہ ور ہونے اور اعمالِ صالحہ سے اپنی زندگی کو آراستہ و پیراستہ کرنے والوں نیز ذکرِ الٰہی کو شیوۂ حیات بنانے والوں کے لئے شعر و شاعری کا شغل مذموم و معیوب نہیں ہے بلکہ وہ شاعری جس میں ایمان و یقین سے متضاد باتیں نہ ہوں' جس میں تعصّب و ہٹ دھرمی نہ ہو' جو کذب و بطلان سے پاک ہو اور جس میں کسی قسم کے شر و بغاوت کا شائبہ نہ ہو بڑی محبوب اور قابل تعریف ہے۔ شعر و شاعری سے متعلق قرآنی موقف کی وضاحت' احادیث نبویہ کے بغیر تشنۂ توضیح رہے گی۔ ذیل میں شاعری کی ترغیب و تشویق سے متعلق چند ارشاداتِ نبویؐ مرقوم کئے جاتے ہیں :

وہ حضرات جن کے دل شمع اسلام سے روشن ہو چکے تھے' جو نفرت و عداوت کے مسموم جذبات کو ختم کر کے دعوت اسلام کے شیدائی بن گئے تھے اور جن کی توجہات

پورے طور پر خدا اور اس کے رسول کی طرف مرکوز ہو گئی تھیں وہ اب یکسو ہو کر تحریکِ اسلامی کے شجرِ طیّب کو خون جگر سے سینچ رہے تھے اور جان و مال اور زبان و بیان کی قوت سے مقابلہ کرنے میں پیش پیش تھے۔ چنانچہ آنحضورؐ نے جب مشرکین کی دلدوز ہجو گوئیوں کو سنا تو آپؐ نے صحابہ کرام کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا :

((ما یمنع القوم الذین نصروا رسول اللّٰہ بسلاحھم ان ینصروہ بالسنتھم)) {۱۲}

"جن لوگوں نے اپنے رسولؐ کی مدد اسلحوں سے کی ہے ان کے لئے کون سی چیز حارج ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے اس کی مدد کریں۔"

چنانچہ شعراء کفار کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی لسانی نبرد آزمائی کی تحریض و ترغیب پر شاعرِ رسولؐ حضرت حسانؓ کھڑے ہوئے۔ آپ نے سفیان بن الحرث کے بارے میں چند ایسے اشعار کہے کہ قریش کے لوگ چیخ پڑے کہ حسانؓ نے ایسے اشعار کہے ہیں جن کی وجہ سے ابن ابی قحافہ کا نام ونشان مٹ گیا۔{۱۳}

شاعرِ اسلام حضرت حسانؓ سے متعلق ہی ایک روایت ہے جسے حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں :

((استأذن حسّانُ بن ثابت رسولَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم فی ھجاءِ المشرکین فقال رسولُ اللّٰہ صَلّی اللّٰہ عَلیہ وسلم:فکیف بنسبی؟ فقال حسان:لأسلّنّکَ منھم کما تسلّ الشعرۃ من العجین))

"حضرت حسانؓ بن ثابت نے مشرکین کی ہجو گوئی کے سلسلے میں رسول خدا ﷺ سے اجازت چاہی پس رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، میرے نسب کے سلسلے میں کیا ہو گا(یعنی میں بھی تو انہیں کے خاندان کا فرد ہوں تو پھر میں کیسے محفوظ رہ سکوں گا)؟ اس پر حضرت حسانؓ نے عرض کیا کہ میں ان کے درمیان سے آپؐ کو اس طرح نکال لوں گا جس طرح بال آٹے سے نکال لیا جاتا ہے"۔

جب حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینے تشریف لائے تو چند نفوسِ قدسیہ کے

ساتھ حضرت حسان بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ آپؓ کا قبول اسلام جذباتی نہیں تھا اور نہ ہی وقتی تھی۔ چنانچہ آپ نے اخلاص وللٰہیت اور شعورِ کامل کے ساتھ اس راہِ پُر خار میں قدم رکھا اور کفار قریشی شعراء کے بالمقابل شاعری کی آماجگاہ میں ثابت قدم رہتے ہوئے نیز نبیؐ ' اسلام اور دیگر مسلموں کی عزت و عصمت کو بچاتے ہوئے دندان شکن جواب دیتے رہے۔ جنگ احزاب کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کون ہے جو مسلمانوں کی عزت کی پاسداری کرے۔ حضرت کعب بن مالک نے عرض کیا کہ یہ خدمت میں انجام دوں گا اے رسول اللہ! عبداللہؓ بن رواحہ نے عرض کیا اے رسول اللہ! اس مہم کے لئے میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں اور حضرت حسانؓ بن ثابت نے عرض کیا کہ مسلمانوں کی عزت کے تحفظ و پاسداری کا یہ مقدس فریضہ میں انجام دوں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا' حسّان! تائیدِ الٰہی تمہارے شامل حال ہو گی تم ان کی ہجو گوئی میں سرگرم ہو جاؤ۔ اس سلسلے میں حضرت براءؓ سے منقول یہ روایت سنئے :

((ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لحسّان اھجھم او قال ھاجھم وجبرئیل معک)) {۱۵}

"(حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا کہ ان کی ہجو گوئی کرو یا فرمایا (راوی کو شبہ ہے) کہ ان کی ہجو کا جواب دو' یہاں حضرت جبرئیل کی معیت تمہیں نصیب ہے۔"

شاعری سے متعلق قرآن پاک کے موقف کی تعبیر و توضیح میں وہ ارشادات نبوی بھی ملحوظ رکھے جانے چاہئیں جو شعر کی عظمت و اہمیت پر شہادت بنتے ہوئے فکرِ مستقیم کے پیامی شعراء کرام کے لئے حوصلہ افزا پیغام اپنے جلو میں رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اشعار سے متعلق حکم فرمایا :

((انّ مِنَ الشّعرِ حِکمًا وَمِنَ البَیانِ سِحرًا)) {۱۶}

"یقیناً بعض اشعار میں حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں اور بعض بیانات میں سحر انگیزی۔"

شعر و شاعری سے متعلق قرآنی موقف کی تعبیر و وضاحت اور ایک متوازن رائے قائم کرنے کے باب میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث بھی

معاون ثابت ہوتی ہے :

((الشِعرُ فیهِ کلامٌ حسنٌ و قبیحٌ فخُذِ الحسَن واترکْ القبیحَ)) {۱۷}

"شعر میں اچھے اور برے دونوں کلام ہوتے ہیں لہٰذا اچھے کو اختیار کرو اور برے کو چھوڑ دو۔"

شاعری کے جواز و عدم جواز اور استحسان و قباحت سے متعلق جو دلائل نقلیہ پیش کئے جاتے ہیں ان میں سے بیشتر سطور بالا میں مرقوم ہیں۔ دونوں قسم کے نصوص و شواہد کی روشنی میں شاعری سے متعلق اسلام یا قرآن کا جو موقف سامنے آتا ہے وہ یہ کہ اگر دین حنیف کا غلبہ و تفوق' اسلام اور مسلمانوں کی عزت و وقار' یوم الجزاء کی تذکیر و تلقین اور ذکر الٰہی کا استحضار اگر شاعری کے مقتضیات بن جاتے ہوں تو یہ بلاشبہ لائق تحسین اور قابل مبارکباد ہے۔ ایسی شاعری کو اللہ عزوجل کی کتاب اور رسول اکرم ﷺ کے فرمودات میں خدمت دین کے پہلو سے اعلیٰ درجے کا مقام حاصل ہے۔ اس کے برعکس اگر شاعری جاہلیت و عصبیت کے گھناؤنے جذبات کی حامل' ذکر الٰہی سے دور اور حیات بعد الممات کے فکر و احتساب سے عاری ہے تو یہ شاعری مذموم و معیوب ہے جو فلاح حقیقی کی منزل سے ہمکنار کرنے کی بجائے خسران و ناکامی کی نقیب بن کر ذلت و نکبت اور ہلاکت و بربادی کی عمیق کھائیوں میں گرا دیتی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جب کعب بن مالک کا ایک شعر سنا جس میں جاہلیت کی بو آ رہی تھی تو آپؐ نے جاہلیت کے غماز کلمہ کو بدل دینے کا حکم صادر فرمایا' نابغہؓ جعدی کا ایک شعر سماعت فرمایا اور آپؐ کو احساس ہوا کہ اس کے اندر جاہلی فخر و حماسہ کے جذبات کار فرما ہیں تو آپؐ نے شاعر سے مشتبہ الفاظ کا مفہوم دریافت کیا اور پھر اطمینان ظاہر فرمایا۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے ایک شعر پڑھا اور پھر بیان کیا کہ جب یہ شعر نبی کریم ﷺ کے پردۂ سماعت سے ٹکرایا تو آپؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اس منظر کو دیکھ کر میں کبیدہ خاطر ہوا اور آپؐ کی ناپسندیدگی دور کرنے کی کوشش کی اور ایک دوسرا شعر پڑھا تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے تاباں پر بشاشت رقصاں ہو گئی {۱۸}۔

شاعری بلاشبہ اہل عرب کی گھٹیوں میں رچی بسی تھی۔ اسے تمام شعبہ ہائے زندگی کے دیوان کی حیثیت حاصل تھی اس لئے وہ کسی قیمت پر بھی اپنے اس سرمایہ افتخار سے محروم نہیں ہونا چاہتے تھے۔ نزول قرآن سے قبل کی شاعری میں عصبیت وہٹ دھرمی' منافرت وچپقلش' کبر وریا' کذب وبطلان اور دوسرے جاہلی عادات وخصائل کی بھرپور نمائندگی ہوتی تھی۔ زعمائے قریش اور دیگر مشرکین مکہ قرآن اور صاحب قرآن کی طرف شاعری کا انتساب کر کے نبوت کے مقدس منصب کو مجروح کر رہے تھے۔ ایسے حالات میں شعرو شاعری سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو منزہ رکھنا اور خلاف شان نبوت قرار دینا نیز شاعری کی غرض وغایت اور اس کے موقف کو طشت ازبام کر دینا ایک امر ناگزیر تھا جس سے قرآن اور صاحب قرآن کا گریز ہمہ گیر دعوت اور حکمت عملی کے خلاف تھا۔ قرآن نے تعلیم دی کہ شاعری کا وسیلہ اظہار جذبات ہونا مذموم ومعیوب نہیں ہے۔ ہاں اگر اس میں جاہلیت کی بو آتی ہو اور رشد وہدایت کی بجائے ضلالت و گمراہی کی ترجمانی وتلقین ہوتی ہو تو یہ شاعری بہرحال اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں عزت واحترام کے لائق نہیں ہے۔ اس کے برعکس اللہ عزوجل کی حمد وستائش رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف' اسلام اور اہل اسلام کی عزت وناموس کی پاسداری اور دین حنیف کی سرخروئی وسربلندی کے دیگر مظاہر میں اگر شعر کی زبان کو اظہار وبیان کا ذریعہ بنایا جارہا ہو تو یہ بلاشبہ مبروک اور تحسین آفرین ہے۔

محفلوں اور مجلسوں کی زینت بننا' سامعین کی داد ودہش کا طلبگار ہونا' اپنے کلام کے جوہر بکھیر کر حاضرین پر رعب وجلال طاری کر دینے کی خواہش کرنا یہ تمام ایسے اسباب و محرکات ہیں جو جاہلی حمیت وجذبات کے حصار میں رہتے ہوئے تکلف' تصنع' کذب اور مبالغہ آرائی جیسی فکری اور فنی خامیوں کو جلا دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ بسا اوقات یہ احساسات وخیالات اور اوہام وخرافات کی ایسی وادیوں میں لاکھڑا کرتے ہیں جہاں فکر سلیم اور صراط مستقیم کا کوئی گزر نہیں ہوتا۔ آج بھی شعراء حضرات اپنی تصویر قرآن و سنت کے صاف وشفاف آئینے میں دیکھ سکتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کا احتساب کرتے ہوئے حضرت حسان' کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ کی معزز صف میں

شامل ہو سکتے ہیں جبھی فکری و فنی حیثیت سے آسمان ادب پر چمکتے ہوئے وہ اپنے آپ کو آخرت کی لازوال مسرتوں کا مستحق بنا سکیں گے۔

حواشی

{۱} آل عمران : ۱۹
{۲} آل عمران : ۸۵
{۳} الحجرات : ۱۳
{۴} ابن سلام' طبقات الشعراء ج۱' صفحہ ۱۰' طبع اول ۱۴۰۲ھ ' بیروت
{۵} ابن قتیبہ' تاویل مشکل القرآن' ص ۱۴
{۶} ابن خلدون' مقدمہ ابن خلدون' ج۱' صفحہ ۵۵۳' قاہرہ
{۷} عبدالحلیم ندوی' تاریخ ادب عربی ج۱' صفحہ ۲۳۰' طبع سوم ۱۹۸۹ء' نئی دہلی
{۸} ابن کثیر' تفسیر ابن کثیر ج ۳' صفحہ ۵۷۹' طبع اول' ۱۴۰۰ھ
{۹} ثناء اللہ الامرتسری' تفسیر القرآن بکلام الرحمن' صفحہ ۲۵۹' ۱۳۴۷ھ ' مطبع برقی' امرتسر
{۱۰} احمد بن محمد حنبل' مسند احمد' ج ۵' صفحہ ۲۰۵
{۱۱} مسلم بن حجاج القشیری' الصحیح لمسلم' ج ۲' کتاب الشعر' صفحہ ۲۴۰
{۱۲} سامی مکی العانی' الاسلام والشعر ص ۶۸' کویت
{۱۳} ابن عبدالبر' الاستیعاب فی اسماء الاصحاب' ج۱' صفحہ ۳۳۵' مصر
{۱۴} ابو محمد بن اسماعیل البخاری' الصحیح للبخاری' کتاب الادب ج ۲' صفحہ ۹۰۹-۹۰۸
{۱۵} ابو محمد بن اسماعیل البخاری' الصحیح للبخاری' کتاب الادب ج ۲' صفحہ ۹۰۹
{۱۶} احمد بن محمد بن حنبل' مسند احمد' ج۱' صفحہ ۲۶۹
{۱۷} ابن رشیق القیروانی' العمدہ فی صناعہ الشعر و نقدہ' صفحہ ۹' طبع اول ۱۳۲۵ھ ' مصر
{۱۸} سامی مکی العانی' الاسلام والشعر' صفحہ ۴۹-۵۰' کویت

اطلاع برائے قارئین

رمضان المبارک کے دوران دفتری اوقات میں کمی اور عید الفطر کی تعطیلات کے باعث آئندہ حکمت قرآن کا فروری مارچ ۱۹۹۸ء کا مشترکہ شمارہ شائع ہو گا۔ قارئین کرام نوٹ فرمالیں۔